© rasailojaraid.com

احسان الٰہی ظہیر

قسط نمبر ۳

سفرِ حجاز

اکتیس جنوری اتوار کے دن عصر کی نماز ادا کر کے ہم بلدۂ مبارک کی روانگی کے لیے تیار ہو بیٹھے۔ ایشیا ہوٹل کے مینیجر نے بلوں پر دستخط لیے اور ہم ڈرائیور کا انتظار کرنے لگے جو عصر کے قریب آنے کا وعدہ کر کے گیا اور ہنوز واپس نہیں آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا اور شرفاء عرب کے روایتی انداز میں لمبی چوڑی معذرت کی اور آخر میں جدہ میں رابطہ کے مندوب کی جانب سے ایک خط دیا جس میں مکہ مکرمہ میں رابطہ کے مہمانوں کی نگہداشت کے کفیل جناب ابن طالب کو تاکید کی گئی تھی کہ وہ ہماری ضروریات کا پوری طرح خیال رکھیں اور ہمیں کسی بھی قسم کی سہولت بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں۔

تھوڑی دیر بعد ہم جدہ کی بالا و بلند عمارتوں کو پیچھے چھوڑ چکے اور شہرِ جمیل اور بلدۂ خلیل کے روشن راستوں میں کھو چکے تھے۔ ان راہوں پر کتنی عقیدتیں رکوع اور کتنی محبتیں سجود کرتی ہیں۔ اس کا کچھ اندازہ ان راہگذاروں سے گزرنے والے ہی کر سکتے ہیں کہ ناآشنائے راہ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا مجھے دنیا کے اور بھی کئی ایک ملکوں اور شہروں میں جانے کا موقع ملا۔ رنگ برنگ کے دلیسوں اور قسم قسم کے شہروں میں لیکن دوسری مرتبہ جاتے ہوئے کبھی وہ امنگ اور ترنگ محسوس نہ ہوئی جو پہلی مرتبہ جاتے ہوئے تھی۔ یہ امتیاز صرف سردارِ کونین ؐ کے بابا ابراہیم ؑ کے شہر یا آقا ؐ کی اپنی بستی کو حاصل ہے کہ انسان جب [illegible] اور جتنی مرتبہ بھی ان کی طرف روانگی کا قصد کرے اپنے اندر ایک نیا ولولہ، نیا جوش نیا ہمہمہ اور نیا شوق پاتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اس کا دل اس کا دماغ، اس کی روح اور اس کا تخیل اسے پیچھے اور بہت پیچھے چھوڑ چکے ہیں

مجھے کعبہ کے مالک نے تقریباً سو سے زیادہ مرتبہ اپنے گھر میں حاضری کی توفیق بخشی کہ مدینۃ الرسول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں قیام کے دوران تقریباً ہر مہینہ میں ایک دو مرتبہ ضرور حجرِ اسود کو چومنے، گرد کعبہ گھومنے اور حالتِ طواف جھومنے آجاتے لیکن میں نے کبھی بھی مکہ کی راہوں میں طبیعت میں ملالؔ اور جسم میں کسل کو نہیں پایا بلکہ ہر آنے میں ایک نیا سرور، نیا حظ اور نیا کیف حاصل ہوتا، جوں بچھڑی ہوئی کونج سوئے ڈار اڑی چلی جائے اور آج ان شاہراہوں پر کچھ زیادہ ہی بھیڑ تھی کہ مئے توحید سے سرشاروں اور معرفت کے بادہ گساروں کے قافلے کچھ زیادہ ہی ہو گئے تھے، پیدل ہوتے تو یقیناً کہا جا سکتا کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے اور اب گاڑی سے گاڑی رگڑ کھاتی تھی۔ کار رکتی تو جسم دل سے اونچے پیچھے رہ جاتا اور تصور اور اک سے اور آگے نکل جاتا۔ میں بار بار ڈرائیور کو کہتا۔ عبداللہ! (کہ اس کا نام تھا) بھائی! آج گاڑی کو کیا ہو گیا ہے چلتی ہی نہیں وہ مسکراتے ہوئے میرے اشتیاق کو دیکھتا جس نے رفتہ رفتہ اضطراب کا روپ دھار لیا تھا اور دھیرے سے کہتا۔ استاذ! گاڑی دوڑانے کے لیے راستہ تو ہو۔

اور میں عربی کے ایک قدیم شعر میں ڈوب جاتا "کاش میرے پر ہوتے اور میں رکاوٹوں سے اونچے بہت اونچے اڑتے ہوئے محبوب کو جا پاتا۔

اور جب ہم بابِ مکہ پر دستک دے رہے تھے تب بیت اللہ کے مؤذن فضا میں اپنے دل کش ترلنے بکھیر رہے تھے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

مجھے ایسے لگا جیسے بلالؓ، بلالؓ حبشی، موذن رسولؐ کوہ ابی قبیس پر چڑھا لات و منات کا مضحکہ اڑا رہا اور عزیٰ و ثالث کی شکست و ریخت کر رہا ہو۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر۔

امیہ اسے کہتا ہے بلال! لات و منات کیا ہوئے، عزیٰ و ثالث کہاں گئے۔ بعل و ہبل کو کیسے فراموش کر دیا؟ اور وہ جواباً کہتے ہیں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ۔

مشرکین چیختے ہیں چلاتے ہیں بلال تجھے محمد (فداہ روحی) نے ورغلایا اور پھسلایا ہے اور وہ نعرہ بلند کرتے ہیں اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ اشہد ان محمدا رسول اللہ۔

وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونسے بھاگتے ہیں کہ آوازہ بلال ان کا تعاقب کرتا ہے۔ بھاگتے کہاں ہو۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔

اور نہیں مانتے نہ مانو اپنا تو یہی عقیدہ ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ۔

مدھر تانیں ابھرتی رہیں اور بول پھیلتے رہے اور یہ ساز دل کی آواز سے ہم آہنگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو کر آنکھوں کی راہ سے سرابھارنا رہا۔ اور پہلی مرتبہ پتہ چلا کہ آنسوؤں کے قطروں کا دل کے تاروں پر رقص کتنا دل ربا اور دل فریب ہوتا ہے۔

استاذ احسان! حرم میں بے پناہ رش ہوگا اور گاڑی کھڑی کرنے کی جگہ بھی نہیں ہوگی۔ کیا نماز کہیں باہر نہ پڑھ لیں، ڈرائیور کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

بھیگی نگاہیں اٹھائیں تو دیکھا کہ "ام القریٰ" آغوشِ شفقت وا کیے مسکرا اور جگمگا رہی ہے۔

بستیوں کی ماں! میں تیرے چرنوں میں گناہوں کی سیاہی کو دھونے اور اپنے رب کی بخششوں کو ڈھونڈنے کے لیے آیا ہوں۔

ڈرائیور نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا اور گاڑی کی رفتار دھیمی ہوگئی۔ میں نے کہا کہ اب جب یہاں پہنچ ہی گئے تو نماز بیت اللہ میں ہی پڑھیں گے لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوگیا کہ مسجد حرام کے اندر داخل ہونا تو بڑی بات اس کے باہر قرب وجوار میں دو سجدوں کی جگہ پانا بھی کارے دارد ہے۔ حرم سے باہر چاروں طرف دور دور تک صفیں چلی گئی ہیں اور اڑوس پڑوس میں پاؤں رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں چہ جائیکہ سر ٹکایا جا سکے۔ ناچار جناب ابن طالب کے ڈیرے پر پہنچے اور وہیں نماز مغرب ادا کر کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ایک چھوٹے قد، بھاری جسم، کشادہ پیشانی، چپٹے ناک، سرخ سپید رنگت، اور خشخشی سفید ڈاڑھی والا بوڑھا شخص ڈیرے میں داخل ہوا تو وہاں موجود بیشتر لوگ اس کے استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے۔ میں نے انہیں دیکھتے ہی اندازہ کر لیا کہ یہ ابن طالب ہیں اور ترکستانی الاصل ہمارے ڈرائیور نے انہیں جدہ میں رابطہ کے مندوب کا مکتوب دیا تو انہی شیخ نے اسے پڑھے بغیر ہی گرم جوشی سے ہمارے ساتھ مصافحہ کیا اور خادم کو ہمارے لیے کھانے کا کہہ کر خود ہمیں پڑوس کی ایک عمارت —— عمارہ بن زقر کی طرف لے چلے۔ تیسری منزل میں ایک خوبصورت فلیٹ ہمارے لیے آراستہ کیا جا چکا تھا۔ تین آرام دہ اور خوبصورت بستر، چار کرسیاں، میز، غالیچہ اور ساتھ ہی پڑوس سے فوری طور پر ٹیلیفون بھی مہیا کر دیا گیا۔ اور ریفریجریٹر بھی رکھوا دیا گیا اور پیپسی کولا کے دو بڑے ڈبے بھی ہمارے کمرے میں داخل ہونے ہوتے ہی رکھوا دیے گئے۔ اتنی دیر میں خادم کھانا لے کر آ چکا تھا۔ چاولوں کی سیلنی اور اوپر تین چرغے ——

ہم نے شیخ کا شکر ادا کیا کہ ہمارے لیے اس قدر زحمت فرمائی۔ وہ الٹا معذرت فرمانے لگے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ہجوم حجاج کے سبب وہ کچھ مہیا نہیں کیا جا سکا جو چاہیے تھا۔ تھوڑی دیر بعد رخصت ہو گئے اور خادم وہیں ہمارے ہاں چھوڑ دیا۔ پہلی دفعہ ساتھیوں نے سیر ہو کے کھانا کھایا کہ یہ پاکستانی کھانوں کے قریب تر تھا اور نمک مرچ کی کمی شطہ (لیسی اور پانی میں گھلی ہوئی سرخ مرچ) ڈال کر اور سمندری نمک چھڑک کر پوری کر لی گئی۔ اور پھر جلدی سے حرم روانہ ہو گئے۔ مبادا جگہ نہ مل سکے۔ ابھی نمازِ عشاء میں پون گھنٹہ باقی تھا لیکن حرم کعبہ میں تل دھرنے کو جگہ اور اندر داخل ہونے کو راستہ تک نہ تھا مشتاقِ السنت دہلیزوں تک میں چادریں بچھائے بیٹھے تھے اور لحظہ بہ لحظہ انکا پھیلاؤ بڑھتا چلا جا رہا اور وسعت دکشادگی گھٹتی ــــــ اور سمٹتی جا رہی تھی۔ بڑی مشکل اور جد وجہد سے حرم جدید سے حرم قدیم تک پہنچے اور ابھی سانس درست نہ کر پائے تھے کہ منادیٔ رب ندا دینے لگا۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اور ہمیں تب معلوم ہوا کہ سو گز فاصلہ طے کرنے میں کبھی آدھ گھنٹہ بھی لگ جایا کرتا ہے۔

ایامِ حج میں بھیڑ کی وجہ سے اذان و نماز میں فاصلوں کو گھٹایا اور نمازوں کو مختصر کر دیا جاتا ہے۔ پانچ منٹ بعد نماز کھڑی ہو گئی اور امامِ حرم کی آواز پر سر جھکنے اور اٹھنے لگے۔ نماز اور حرم کعبہ میں اور قبلہ کے روبرو۔

واہ اس نماز کے کیا کہنے۔ اس ایک نماز پر ہزاروں نمازیں نثار کہ رسول ہاشمی علیہ السلام نے فرمایا۔

"یہاں کی ایک نماز دوسری مساجد میں پڑھی گئی لاکھ نماز سے بہتر و برتر ہے"

حرم مکی میں نماز با جماعت کا منظر دیدنی ہوتا ہے۔ چہار سو انسان ہی انسان اور ہر چہار طرف سے قبلہ رخ بوسہ ہائے شوق اور سجدہ ہائے ذوق دکھائی دے جیسے قدسیوں کی فوج ظفر موج تسبیح کناں عرش سے فرش پر اتر آئی ہے اور ایسے میں مسجد حرام رشکِ فردوس و عدن نظر آئے تو حیرت کیسی؟

جہانگیر نے تو کشمیر کے مرغزاروں کو دیکھ کر کہا تھا۔

اگر فردوس بر روئے زمین است

ہمین است و ہمین است و ہمین است

اور مجھے بیتِ عتیق کی دل آویزیاں اور دلربائیاں رہگزار مکہ میں ہی ــــــ اس شعر کو دہرانے پر انگیخت کر دیتیں اور کیوں نہ ہو کہ وہ منزل ملائک بھی ہے اور فرود گاہِ رحمت بھی کہ کسی لمحہ بھی اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا صحن ستر ہزار فرشتے سے خالی نہیں رہتا اور پھر اسی کو تو ہاجرہ و اسماعیل (علیہما السلام) کا مسکن اور سرورِ کونینؐ کا مولد بنایا گیا اور اسی کی چوکھٹ پر اس نے اپنے سر کو جھکایا کہ کائنات جس کے سامنے جھکتی تھی اور دنیا میں کن سنگریزوں اور پتھروں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ میرے آقا و مولے نے اپنے لب لعلیں و دست مبارک سے ان کو چوما اور ان کو چھوا۔

دیوارِ کعبہ! تو مبارک کہ یتیم مکہؐ نے تیرے سینے سے اپنے سینے کو مس کیا۔

بابِ کعبہ! تو مقدس، کہ تیری دہلیز میں خاتم النبیینؐ نے سجدے کیے۔

ملتزم! تو محترم کہ رؤف و رحیم تجھ سے لپٹے اور چمٹے

حجرِ اسود! تو عزیز تر کہ خاتم الانبیاءؐ نے تجھ پر اپنے لب رکھے۔

رکنِ یمانی! تو مکرم کہ طیب و طاہر کے باباؑ نے تجھ کو سہلایا اور تھپکایا۔

مقامِ ابراہیم! تو محتشم کہ سرتاج انبیاءؐ نے تجھے اپنے سجدوں سے سجایا

زمین حرم! تو ساری کی ساری گرامی منزلت کہ سرورِ گرامیؐ منزلتؐ کی پیشانی نے تیرے بوسے لیے۔

ایامِ حج میں سرزمینِ حجاز پر واقعی بہار آجاتی ہے اور رنگ برنگے شگوفے اس کی گود میں کھلتے اور طرح طرح کی کلیاں اس میں مسکراتیں اور قسم قسم کے پھول اس میں نظر نوازی اور روح پروری کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ جدھر دیکھو ایک نئی شان، نئی آن نئی بان نظر آتی ہے۔ کہیں گورے انتہائی گورے موتیے کے پھولوں کی طرح سفید ۔۔ اور کہیں کالے انتہائی کالے بلیک روز (سیاہ گلاب) سے بھی کالے اور کچھ گلابی اور شہابی اور کچھ گیندے کی طرح اور بھانت بھانت کے رنگ اور بھانت بھانت کی بولیاں اور دیس دیس کے لوگ، ہمالہ کی تھائیوں سے لے کر جبال پیرانس کی چوٹیوں تک کے رہنے والے اور ساحلِ نیل سے لے کر ارضِ کاشغر تک کے بسنے والے، ایک ہی لباس میں ملبوس اور ایک ہی رجز لبوں پر، حرمین میں انسان اپنی آنکھوں سے رنگ و نسل کے اُن بتوں کو پاش پاش دیکھتا ہے جنہیں رسول اکرمؐ نے چودہ سو سال پیشتر بطحاؑ مکہ کے پڑوس عرفات میں چکنا چور کر دیا تھا۔ کسی گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت کا معیار ایک ہی ہے اور وہ ہے تقرب الی اللہ اور طہارتِ باطنی۔ جتنا کوئی زیادہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر او رجتنا کوئی زیادہ متقی ہے وہ اسی نسبت سے دوسروں سے ممتاز تر ہے۔

انسان اس منظر کی رعنائی اور زیبائی میں کھو کھو جاتا ہے اور یہ یک رنگی اس کے دل کو موہ لیتی ہے، مساوات، برابری، مودت اور محبت کے یہ مناظر سرزمین حجاز کے علاوہ اور کہاں دیکھنے میں آتے ہیں، اور پھر اس بھیڑ بھاڑ میں کوئی دنگا نہیں، کوئی فساد نہیں۔ لڑائی اور جھگڑے کا نام ونشان نہیں۔ عادات میں تفاوت، زبانوں میں اختلاف۔ رنگوں میں فرق۔ اجسام میں تباعد لیکن ارواح میں تقارب۔ خیالات میں یک رنگی اور افکار میں یگانگت۔ اذہان وقلوب کی تمام دوریوں کو قرب میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

حرمین میں بھیڑ کی وجہ سے کسی کو دھکا لگ جائے تو چہروں پہ ملال اور پیشانیوں پر بل نہیں بلکہ ندامت اور معذرت کے آثار نمودار ہوتے ہیں اور زبان سے ناآشنائی کے باوصف حرکات کی شناسائی اس کے اعتذار کو ظاہر کیے بغیر نہیں رہتی۔ کوئی تو سر کو فروتنی سے خم کرتا اور کوئی ہاتھ کو عاجزی سے سینے پر رکھ پلکیں جھکا کے زبانِ بے زبانی سے کہتا ہے۔ بھائی بھول ہو گئی سے معاف کر دو۔ ایک مرتبہ جب ایک جوانِ رعنا حبشی کے دھکے سے میرے پاؤں اکھڑ گئے تو اس نے جلدی سے آگے بڑھ کر میرے ہاتھ کو چوم لیا اور پھر اسے اپنے سینے پہ رکھ کر اپنی غلطی پہ پشیمانی کا اظہار کرنے لگا۔ اور مجھے محمد عربی علیہ السلام کی امت کے اس گرانڈیل ـــ جوانِ خوبرو کی اس ادا نے اتنا متاثر کیا کہ دل ودماغ جھوم جھوم اٹھے اور جی چاہا کہ اس سے لپٹ جاؤں، کس قدر عجز تھا اور کس قدر انکسار، حالانکہ یہی رش اور یہی ہجوم اگر کسی اور مقام پر ہو تو اختلاف طبائع اور اختلاف نسل کئی جانوں کو لیے اور کئی جسموں کا خون بہائے بغیر نہ رہے۔

نمازِ عشاء کے فوراً بعد طواف کا سلسلہ شروع ہوا اس دن بلا مبالغہ پندرہ بیس ہزار انسان بیک وقت کعبۂ معظمہ کے گرد طواف کر رہے تھے اور بیت اللہ اسی طرح دکھائی دے رہا تھا جیسے ہالے کے اندر چاند۔

ہم دیر تک بھیڑ چھٹنے کا انتظار کرتے رہے لیکن رات گزرنے کے ساتھ ساتھ اژدحام تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا۔ بیٹھے بیٹھے رات بھیگ گئی اور کافی دیر گئے ہم اٹھے، طواف کیا اور سونے کو چل دیئے۔ حرم سے باہر نکلے تو ایسے جانا جیسے دن نکل آیا ہو وہی دن کی گہما گہمی اور رونق اور وہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھرے پرے بازار، اور اوپر سے تیز و شوخ اور دودھیا لائٹوں کی روشنیاں۔

پورے حجاز میں یہ عجیب چیز دیکھنے میں آئی ہے کہ یہاں رمضان المبارک میں دن سوتے اور راتیں جاگتی ہیں۔ سارا کاروبار رات کو ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ڈاکخانے رات کو کھلتے ہیں اور پھر صبح سورج ڈھلنے تک کاروبار مکمل طور پر بند رہتا ہے۔ عصر کے بعد دکانیں کھلتی اور بازار سجتے ہیں اور جوں جوں خاورِ مشرق اپنی مملکت سے پسپا ہوتا جاتا ہے سج دھج بڑھتی جاتی اور کاروبار میں تیزی آتی جاتی ہے۔

اسی طرح حرمین میں ایامِ حج میں رات کو بھی وہی بھیڑ بھاڑ رہتی ہے جو دن کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ایامِ رمضان میں دن سوتے ہیں جبکہ ایامِ حج میں دن بھی جاگتے ہیں اور راتیں بھی بیدار رہتی ہیں۔ ہاں نصف رات گئے دکانیں ضرور بند ہو جاتی ہیں لیکن سڑکوں پر بھیڑ بھاڑ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ مسجد الرسول اور بیت اللہ میں آنے جانے والوں کا ایک نہ ٹوٹنے والا تانتا ہر وقت بندھا رہتا ہے اور پھر قافلوں کی آمد و رفت بھی ہر وقت جاری رہتی ہے۔

ہماری فرودگاہ مسجد الحرام سے تقریباً پونے فرلانگ کے فاصلے پر تھی۔ وہاں پہنچتے پہنچتے آنکھیں نیند سے بوجھل ہو گئیں اور خدشہ تھا کہ صبح نمازِ فجر کے لیے آنکھ کھلے نہ کھلے لیکن ابھی مرغانِ سحر اپنی نواسنجیوں سے ساکنینِ فرش کو مستویٔ عرش کی بارگاہ میں حاضری کی ندائیں دے رہے تھے کہ آنکھ خود بخود کھل گئی۔ یہ دیکھ کر اور تعجب ہوا کہ دونوں ساتھی بھی جاگ چکے تھے۔ اسی لمحہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ رہے تھے۔ ابھی بستر کو چھوڑا بھی نہ تھا کہ حرم کے سپیکروں سے وہ دلکش نغمہ کانوں میں ـــــ رس گھولنے لگا جو چودہ سو سال پہلے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوا تھا۔

حرمین میں اذانِ فجر سے گھنٹہ بھر پہلے ایک اور اذان ہوتی ہے جسے اذانِ تہجد کہا جاتا ہے۔ یہ وہی اذان تھی، ہم نے خداوندِ عالم کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے گھر کے پڑوس میں آہِ سحر گاہی کی توفیق ـــ عطا فرمائی اور سخت تھکاوٹ اور گہری نیند کے باوصف اپنی رحمت سے بیدار کر دیا۔ جلدی جلدی غسل کیا۔ تھکان ایسے غائب ہوئی جیسے کبھی ہوئی ہی نہ تھی، اور حرم کی طرف چل دیئے۔

بیت الحرام میں دلوا نگانِ رب اپنی سسکیوں سے اپنے رب کو منا رہے ہیں اور اپنی آہوں سے اپنی لغزشوں کی معافی کی التجا کر رہے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آہیں اور سسکیاں فضا میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر رہی تھیں اور ان کی سنسناہٹ پر ملائکہ رحمت کے پروں کی سرسراہٹ کا گمان ہوتا تھا اور واقعی سجدوں نے اس روز وہ سماں باندھا کہ یا ید وشاید؛ اور قیام و قعود نے اس دن وہ سرور دیا کہ ہنوز اس کی شیرینی و مٹھاس محسوس ہو رہی ہے۔ نوافل سے فارغ ہوئے تو طواف سے دل شاد کیا اور ابھی رکعاتِ طواف ختم نہ کی تھیں کہ مؤذن نمازِ فجر کی خبر دینے لگا اور نماز شروع ہو گئی۔ بوڑھے عربی امام نے بڑی سادگی اور رقت کے ساتھ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "والفجر" کی تلاوت کی اور دوسری میں "لا اقسم بھذا البلد" کی۔ حرمین کی مساجد میں خصوصاً اور تقریباً پوری عرب دنیا میں عموماً نمازوں میں قرآن حکیم بڑی سادگی اور سوز سے پڑھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کی طرح نمازوں میں ترنم وغیرہ کا کوئی رواج نہیں بلکہ اسے ناپسند بھی کیا جاتا ہے، اپنے قیام مدینہ اور متعدد عرب ملکوں کی سیاحت کے دوران کئی ایک انتہائی خوش الحان عرب قاریوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے کا اتفاق ہوا لیکن انہیں دورانِ نماز کبھی گلوکاری کے جوہر دکھاتے ہوئے نہیں پایا۔ صاف اور سادہ انداز میں تلفظ اور ادائیگی کی صحت کا ضرور خیال رکھا جاتا ہے اور بس۔ یہی سبب ہے کہ عربوں کے ہاں نمازوں میں تلاوت سے جو حظ حاصل ہوا وہ عجم میں کہیں کہیں اور خال خال ہی حاصل ہوتا ہے کہ ہر جگہ عجم کا حسنِ طبیعت ہی کام نہیں آتا عربیت کے زوروں کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

نمازِ فجر کے بعد مسجد حرام میں اور مسجد نبوی میں بھی درس کے مختلف حلقے بن جاتے ہیں۔ جہاں انتظامیہ کی طرف سے مختلف ملکوں کے حجاج کے لیے ان کی زبان جاننے والے واعظ اور مدرسین لوگوں کو حج وغیرہ کے مسائل سے آگاہ کرتے اور دین و دنیا کی بھلائی کی راہ دکھلاتے ہیں۔ نیز دلیس دلیس سے آئے ہوئے کئی دیگر علماء بھی انتظامیہ سے اجازت لے کر محفلیں جماتے اور حلقے سجاتے ہیں اور سورج چڑھنے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بعینہٖ عصر کے بعد کچھ کم کم اور مغرب کے بعد بھرپور انداز سے وعظ ہوتے اور درس جمتے ہیں چونکہ تمام گوشوں میں خطاب بغیر لاؤڈ سپیکر کے ہوتے ہیں۔ اس لیے اس خطیب کا حلقہ سب سے بڑا ہوتا ہے جو زیادہ بلند آہنگ ہو اور پھر ایک ایک زبان میں کئی کئی واعظ درس دیتے ہیں۔ اس لیے واعظ کی اثرانگیزی و دل نشینی بھی حلقہ کے بڑھانے اور گھٹانے میں اثر انداز ہوتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک زمانہ تھا کہ ان حلقوں میں اپنا بڑا نام تھا۔ طالب علمی کی شوخی و بے باکی اور فطری بلند آوازی ہمیشہ حلقۂ درس کو نمایاں تر رکھتی اور جب ان حلقوں میں عربی تقاریر کا سلسلہ شروع کیا تو عجمیت کے وصف نے انہیں نمایاں ترین بنا دیا اور میں زندگی کے ان تین حسین دنوں کو فراموش نہیں کر سکتا جن میں انہی حلقوں نے رنگ بھرا اور دلکشی پیدا کی۔

ایک تو تب جب میں منیٰ کی مسجد خیف میں احرام باندھے مسائل حج پر اردو میں خطاب کر رہا تھا۔ دوران خطاب ہی ایک پاکستانی عالم نے ایک فقہی مسئلہ پر اعتراض کرتے ہوئے مسلک امام ابو حنیفہؒ بیان کرنے پر اصرار کیا۔ میں نے جواباً حدیث پیش کی۔ بات بڑھ گئی۔ لوگ اکھٹے ہو گئے اکثر عرب تھے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے عربی میں جواب دیا اور بات چل نکلی اور شاید وہ زندگی کی حسین ترین تقریروں میں سے ایک تھی کہ جب میں نے خطاب ختم کیا تو تقریباً تین چار ہزار عرب میرے گرد و پیش ہجوم کیے کھڑے تھے۔ اور میں بے اختیار جھک گیا کہ میرے استاذ اور عالم اسلام کے مایۂ ناز مفسر شیخ امین شنقیطی میری طرف بڑھ رہے تھے۔ آتے ہی ماتھے پر بوسہ دیا، کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمانے لگے۔

"تم اتنے بڑے خطیب ہو، ہمیں علم ہی نہ تھا"

اور یہ تب کی بات ہے جب عرب گئے ہوئے مجھے ابھی تین ماہ بھی نہ گزرے تھے۔[1]

اور دوسری مرتبہ جب کہ مسجد نبوی کے باب السعود میں نماز مغرب کے بعد حسب معمول عربی میں تقریر کے لیے کھڑا ہوا، آیات جہاد تلاوت کیں فلسطین، کشمیر، قبرص اور اریٹیریا کے پس منظر میں اپنے ماضی کو آواز دی۔ بھیڑ بڑھتی اور آنکھیں بھیگتی چلی گئیں سامنے شہنشاہ دو عالمؐ اپنے دو سالاروں سمیت استراحت فرما، پڑوس میں ہی بائیں طرف جنت البقیع میں سلطنت روم و یونان کو روندنے والے اور ایران و توران کو مسلنے والے محو خواب۔ پس منظر میں بنو قریظہ و بنو نضیر کی اولاد کی دھمکیاں، سسکیاں، آہوں اور کراہوں میں بدل گئیں۔ ایک ماتم بپا ہو گیا۔ پورا حرم امڈ آیا۔ اذان عشاء نے سلسلۂ تقریر منقطع کرنے پر مجبور کر دیا۔ نماز کھڑی ہو گئی، لیکن میرے یمین و یسار سسکیاں گونجتی

---

[1] جماعت کے مخلص افراد میاں محمد انور صاحب اور صوفی احمد دین صاحب آف لائل پور سے میرا پہلا تعارف اسی مقام اور اسی تقریر کے وقت ہوا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہیں ہوں گے سلام پھیری ادھر لوگ پل پڑے۔ عربوں کے ہاں اظہار محبت کے لیے ماتھے کو چومتے اور ناک پر بوسے دیتے ہیں۔ آدھ گھنٹے تک یہ نشاۃ ستم بنا رہا۔ کچھ بھیڑ چھٹی تو ایک انتہائی خوبصورت اور وجیہ عربی چہرے پر ہلکی ہلکی ڈاڑھی رکھنے دو جوانوں کے سہارے آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ایک حصہ جسم پر فالج کا اثر ہے۔ اس نے آتے ہی میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ پوچھا:۔

کہاں سے ہو؟

میں نے جواب دیا ـــ پاکستان۔

پاکستان سے؟ انہوں نے حیرت واستعجاب سے دہرایا!

جی ہاں۔ میں نے جواب دیا۔

مجھے اپنے سینے سے بھینچتے ہوئے بولے:۔

"پاکستانی ایسے ہی باکمال ہوتے ہیں۔ جوان! لوگ مجھے کہتے ہیں انا اخطب من یسکن فی العرب ولکن انا اقول انت اخطب منی، کہ میں عالم عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوں لیکن میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم مجھ سے بھی بڑے خطیب ہو"

اب تک میں ہجوم کی وجہ سے پوری طرح ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا تھا۔ ان الفاظ نے مجھے چونکا دیا، میں نے استفہامیہ نظروں سے انہیں سہارا دینے والے جوانوں کو دیکھا۔ ان میں سے ایک میری طرف جھکا اور کہنے لگا:۔

آپ انہیں نہیں جانتے!

نہیں، میں نے جواب دیا۔

ڈاکٹر مصطفےٰ سباعی۔

ڈاکٹر سباعی؟ اب میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

ڈاکٹر سباعی عالم عرب کا نامور سپوت، دمشق یونیورسٹی کا سابق وائس چانسلر، شریعت کالج کا مؤسس۔ شام کا سابق وزیر قانون، بے شمار کتابوں کا مصنف "حضارۃ الاسلام" کا ایڈیٹر، بین الاقوامی شخصیت اور اسلام کا مایہ ناز فرزند۔ میں جھکتا چلا گیا۔

"ڈاکٹر صاحب! مجھے عمر بھر اس پر فخر رہے گا کہ آپ ایسی گرامی منزلت ہستی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میری تقریر کو پسند کیا، ایک عجمی اور طالب علم کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا ہے کہ خطیب عرب اور ادیبِ عصر اس کے خطاب کو سراہے"

"حوصلہ افزائی کی بات نہیں واقعتہً تمہارا لب و لہجہ اور زبان و بیان پہ قدرت ایک لمحہ کے لیے بھی اس کا احساس نہیں ہونے دیتے کہ تم عربی نہیں عجمی ہو۔ میں نے ابتدا میں تمہیں مصری خیال کیا، پھر شامی جانا لیکن تمہارے خد و خال اور ناک نقشہ سے ہندوستانیت کا شبہ ہوا!"

میں دیر تک ان کا اور ان کی قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا رہا۔ باتوں باتوں میں انہیں یہ بھی علم ہو گیا کہ ان کے پرچے "حضارۃ الاسلام" میں جسکے چھپے ہوئے ایک ادبی مضمون "لیلۃ مع المتنبی" نے دھوم مچا رکھی ہے وہ میں ہی ہوں تو انہوں نے اور زیادہ مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا:۔

"میں اس کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ "لیلۃ مع المتنبی" لکھنے والا آتنا کم عمر ہو گا"

میں نے ان کی قیامگاہ کا پتہ معلوم کر کے انہیں الوداع کہی تو پیچھے سے ایک سابق دوست نے کہ حالیہ سیاست نے جن کے درمیان اور ہمارے درمیان اونچی دیواریں کھڑی کر دی ہیں، کندھے کو پکڑ لیا تپاک سے ملے، تین دیگر ساتھیوں سے تعارف کرایا۔ معلوم ہوا کہ حج وفد میں آئے ہیں۔ تقریر کی بے حد تعریف کی اور اصرار کیا کہ اس خوشی میں کھانا ان کے ساتھ کھاؤں۔ ان کے ایک دوسرے ساتھی نے کہ ادارہ تحقیقات اسلامی نے ان کو خاصا بدنام کیا، در زور دیا کہ:۔

"پاکستان آؤں تو ان کے ادارہ میں چلا آؤں"

اور ان یادگار دنوں میں سے تیسرا دن وہ تھا جب قدس کی آبرو لٹ گئی صحرائے سینا میں عرب پٹ گئے اور جولان کی پہاڑیوں میں صلاح الدین ایوبی کی فتح یابیوں کا بدلہ چکا دیا گیا۔ شرم الشیخ اور آبنائے تیراں پہ یہودی قابض ہو گئے۔ مسلمانوں کی کمر ٹوٹ گئی اور اس روز پہلی مرتبہ حرم نبوی کے مینار روشنی کے چراغوں سے محروم رہے۔ بتیاں گل کر دی گئیں اور اندھیرے میں نمازِ مغرب، عشاء، اور فجر ادا کی گئی۔ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ اللہ! یہ دن بھی آنا تھا۔ میرے دل سے ہوک نکلی اور میں نماز فجر کے بعد روضۂ اطہر کے پڑوس میں دل کے داغ نمایاں کرنے لگا۔

"کبھی دنیا مدینہ سے آنے والے قافلوں کے قدموں کی چاپ سنا کرتی تھی اور آج ہم مدینہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راستوں پر یہودیوں کی یلغار کی خبریں سن رہے ہیں. تب ہم اسلام کے صحیح معنوں میں علمبردار اور گنبد خضراء کے مکین کے حقیقتاً پیروکار تھے اور آج اسلام کو ہم نے چھوڑ دیا اور رحمت و نصرتِ رب ہم سے منہ موڑ گئی" اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ گریباں پھٹ گئے. دامن چاک ہو گئے اور حرم نبوی "الجہاد الجہاد" کے نعروں سے گونجنے لگا.

اور ادھر میں یونیورسٹی پہنچا ادھر سعودی سی آئی ڈی کا نمائندہ حکم سرکاری لیے آگیا کہ اس پاکستانی طالب علم کو آئندہ حرم نبوی یا کسی دوسرے مقام پر جنگ کے موضوع پر تقریر کی اجازت نہیں جو جذبات سے کھیلتا، شعلے اگلتا اور آگ برساتا ہے.

لیکن نہ جانے اب کے برس کیا ہوا. احباب تقاضے اور دوست مجبور کرتے رہے لیکن تقریر کو دل ہی نہ چاہا نہ عربی میں نہ اردو میں. ایک مکی دوست کہنے لگے :

"صاحب! تب تو دن میں تین تین مرتبہ بولا کرتے تھے اب کے پورے عرصۂ قیام میں ایک مرتبہ بھی نہیں بول رہے. ماجرا کیا ہے؟"

مجھے خود معلوم نہیں، میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا،

ان حلقاتِ درس میں پھرتے پھراتے دن چڑھ آیا. نماز چاشت ادا کی اور قیام گاہ لوٹ آئے کہ کچھ سو لیں تو پھر مکہ مکرمہ کو دیکھنے کے لیے نکلیں گے اور رابطہ کے صدر دفتر بھی چلیں گے.

(جاری ہے)

بقیہ تبصرہ کتب

اس کا حصۂ اول چھپ چکا ہے اور عنقریب ہی دوسرا حصہ بھی بازار میں آجائے گا. پہلے حصہ کی قیمت دس روپے ہے لیکن اگر کوئی مستقلاً اپنا نام رجسٹرڈ کروا لے تو اسے معہ محصول ڈاک آٹھ روپے فی حصہ دینے پڑیں گے. شیخ اشرف صاحب اور صدیقی صاحب کو ہم اس کام پر مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ انہیں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے. آمین

ملنے کا پتہ: شیخ محمد اشرف ○ کشمیری بازار ○ لاہور

© rasailojaraid.com